میری ناانصافی کا پھل

چالیس برس سرکاری دفتر کے تپتے ہوئے کمروں اور فائلوں کے ڈھیر میں گزارنے کے بعد، جب میاں بخش پینشن کی خطیر رقم کا چیک لے کر گھر لوٹے، تو انہیں لگا جیسے ان کی زندگی بھر کی تھکن پل بھر میں اتر گئی ہو۔ میاں بخش کے چار بیٹے تھے، جن کی شادیاں انہوں نے اپنے ہی دم خم اور جیب سے دھوم دھام سے کروائیں۔ وہ تیسرے بیٹے کی ضرورتوں کا بھی اکثر خیال رکھا کرتے تھے، مگر محبت کا ترازو یکساں نہ تھا۔ انہوں نے پچھلے دونوں بیٹوں کو رہنے کے قیمتی اثاثے اور جائیداد بنا کر دے دیے، جبکہ بڑے دونوں بیٹوں کو اس حق سے محروم رکھا۔ وہ دونوں بھائی کڑی عسرت اور مشقت کے دن گزارتے ہوئے، باپ کی اس خاموش ناانصافی پر اندر ہی اندر خون کے آنسوں روتے رہتے تھے۔

اندھی محبت اور حد سے زیادہ بھروسے کا یہ سارا محور سب سے چھوٹا بیٹا پپو تھا۔ پپو نے پارسائی کا ایسا لبادہ اوڑھ رکھا تھا کہ وضع قطع سے نہایت معزز، سنجیدہ اور صوفی منش دکھائی دیتا۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس معصوم اور نیک سیرت چہرے کے پیچھے ہوس کا ایک سمندر چھپا ہوا ہے۔

پپو کی شادی کا وقت آیا تو میاں بخش کا دل تالاب کی طرح بہہ نکلا۔ ایک شام، جب شادی کے اخراجات کا حساب کتاب ہو رہا تھا، میاں بخش نے جدید ڈیجیٹل دنیا اور موبائل بینکنگ کے اسرار و رموز سے ناواقف ہونے کے باعث اپنا فون پپو کے ہاتھ میں تھمایا اور دھیمے سے کہا، "پپو بیٹا! ذرا اکاؤنٹ سے ایک یا دو لاکھ روپے نکال لو۔" پپو نے فون ہاتھ میں لیا، اس کی مکار انگلیاں چند سیکنڈ کے لیے اسکرین پر عیاری سے گھومیں، اور اس نے چشمِ زدن میں ایک لاکھ یا دو لاکھ کے بجائے پورے دس لاکھ روپے اپنے ذاتی اکاؤنٹ میں منتقل کر لیے۔ میاں بخش کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

اگلی صبح جب میاں بخش کی نظر بینک کے میسج پر پڑی، تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اکاؤنٹ پوری طرح خالی ہو چکا تھا۔ بوڑھے باپ کا بلڈ پریشر آسمان کو چھونے لگا اور وہ صدمے سے نڈھال ہو گئے۔ انہوں نے کانپتی ہوئی آواز میں پپو سے پوچھا، تو اس نے چہرے پر دنیا بھر کی معصومیت سجا کر کہا، "ابا جی! غضب ہو گیا، آپ کی زندگی بھر کی کمائی تو کسی "آن لائن اسکیم" والوں نے ہیک کر کے اڑا لی ہے!" عمر بھر کا اثاثہ لمحوں میں لٹ جانے کے غم نے میاں بخش کو بستر سے لگا دیا اور صدمے کی شدت سے ان کی موت کا وقت قریب دکھائی دینے لگا۔ مگر خاندان میں اپنی ناک بچانے کے لیے، انہوں نے اسی بسترِ مرگ سے دوستوں اور عزیزوں کے آگے ہاتھ پھیلائے اور لاکھوں روپے کا ادھار اکٹھا کیا تا کہ لاڈلے پپو کی شادی میں کوئی کمی نہ رہے۔ پپو اندر ہی اندر اپنی اس عیاری پر بغلیں بجا رہا تھا کہ پینشن کے دس لاکھ بھی ہاتھ آ گئے اور شادی بھی ابا کے ادھار کے پیسوں سے ہو رہی ہے۔

دوسری طرف بڑے بھائی، جو تپتی دھوپ اور کڑی مشقت میں ایک ایک پیسے کے لیے ترستے رہتے تھے، میاں بخش کا یہ انجام دیکھ کر اندر ہی اندر لرز اٹھے۔ وہ ایک خاموش تماشائی کی طرح مکافاتِ عمل کا یہ عبرت ناک منظر دیکھ رہے تھے کہ ابا نے ان کے وقت ہمیشہ ہاتھ تنگ ہونے کا گلہ کیا اور اس نکمے کے لیے ادھار کے بھاری بوجھ تلے دبنے کو بھی تیار ہو گئے۔ شادی کی رونقیں خیر وعافیت سے ختم ہو گئیں، مگر میاں بخش کے دل میں لگی آگ نہ بجھی۔

وہ آخری وقت تک پپو کی اس گھناؤنی سازش سے بے خبر رہے، روز 'اسکیم والوں' کو کوستے اور حسرت کی آگ میں پگھلتے رہتے۔ بڑے بھائی دور کھڑے مکافاتِ عمل کا یہ عبرت ناک تماشا دیکھ رہے تھے کہ جس لاڈلے کے لیے باپ نے ان کا حق مارا تھا اور انہیں رہنے کے اثاثوں سے محروم رکھا تھا، اسی کی دغا بازی نے بوڑھے باپ کو عمر کے آخری حصے میں ادھار، رسوائی اور صدمے کی تپتی آگ میں جھونک دیا۔ میاں بخش جیتے جی اپنی ہی ناانصافی کا کڑوا اور زہر آلود پھل چکھ رہے تھے۔

از الطاف حسین عارضیؔ